فارسی و اُردو کی چند کم یاب کتابیں

کتاب خانۂ دانش گاہ دہلی میں

از

(جناب نثار احمد صاحب فاروقی)

(۱)

چند مہینے پہلے، اورنگ آباد دکن کے مختلف مطبعوں سے چھپی ہوئی اُردو کتابوں پر ایک سیر حاصل تبصرہ لکھتے ہوئے جناب مبارز الدین رفعت نے یہ احساس دلایا تھا کہ دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی طرح ہمارے ہاں اُردو میں نہ کتابوں کی توضیحی فہرست چھپتی ہے، نہ اُن کا کوئی کیٹلاگ مل سکتا ہے، نہ قدیم مطبوعہ کتابوں کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ ہے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اُردو والوں نے سائنٹفک طریقے سے کوئی علمی کام نہ کرنے کی قسم کھالی ہے۔ تامل زبان میں انسائیکلوپیڈیا موجود ہے، مگر اُردو میں نظامی بدایونی کی قاموس المشاہیر کے سوا کوئی کتاب "قاموس" کے نام سے نظر نہیں مل سکتی۔ نظامی مرحوم نے بھی بیلی کی کتاب کا ترجمہ ہی کر ڈالا تھا۔ اسی طرح کوئی مستند لغت کی کتاب بازار میں نہیں ملتی۔ قدیم مطبوعات کا کیٹلاگ مرتب ہونا تو دور کی بات ہے، مطبوعاتِ حاضرہ کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کا کوئی وسیلہ ہمارے پاس نہیں۔ غرض یہ کہ:

ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک ہست

اسی ضرورت کا احساس کر کے میں نے اُن قدیم قلمی اور مطبوعہ کتابوں کے تعارف کا بیڑا اٹھایا ہے جو اب کمیاب ہیں اور جن میں کچھ ایسا مواد بکھرا ہوا ہے جو تحقیقی کام کرنے والوں کو مدد دے سکتا ہے۔ امید ہے کہ دوسرے چھوٹے بڑے کتب خانوں سے قریب رہنے والے حضرات بھی اس ضرورت کا احساس کریں گے تاکہ اگر اردو میں کبھی

"کتابیات" مرتب کرنے کی نوبت آئے تو آج کی یہ محنت ٹھکانے لگ سکے۔ وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ نثار احمد فاروقی

(۱) آئینۂ حیرت | محمد جان خاں حیرت الہ آباد کے محلہ منڈوی رانی کے رہنے والے تھے جو دائرہ حضرت شاہ غلام علی کے قریب ہے۔ قوم کے پٹھان تھے اُن کے والد کا نام بازید خاں عرف باز خاں تھا اور دادا جہانگیر خاں تھے۔ حیرت میر اعظم علی اعظم کے شاگرد ہیں اور اعظم خواجہ حیدر علی آتش سے اصلاح لیتے تھے۔

"آئینۂ حیرت" اُن کا دیوان ہے جس کے سرورق کی عبارت یہ ہے

"وَمَنْ یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ اس دیوان کے کل حقوق مطابق قانون بستم ۱۸۴۷ء کے نسبت مصنف کے محفوظ رکھے گئے ہیں کوئی اہل مطبعہ بلا اجازت ورثائے مصنف اس کو نہ چھاپیں۔ یہ دیوان مطبع حسینی دھرم پرکاش میں اور ٹیل مطبع نیر ہند الہ آباد محلہ شاہ گنج میں چھپا۔ ۱۲۹۸ھ"

اسی عبارت کے درمیان بیضوی شکل میں عنوانِ کتاب درج ہے:

"الحمد للہ والمنت کہ دیوان کامل مع غزل ہائے تازہ از نتائج طبع عالی فکر اہل کمال سرآمد شعرائے ماضی وحال جناب محمد جان خاں صاحب متخلص بہ حیرت۔"

پھر صفحہ ۱ تا ۲ خواجہ غلام غوث بےخبر کی نوشتہ تقریظ ہے وہو ہذا:

دیوان کا ہر صفحہ آئینۂ حیرت ہے   یاں شاہدِ معنی کے جلوے کی یہ صورت ہے

میں اس دیوان کو آئینۂ حیرت اس نظر سے نہیں کہتا کہ خان فصاحت مرتبت محمد جان خاں حیرت کی تصنیف ہے بلکہ اس وجہ سے کہتا ہوں کہ ایسے وقت میں کہ شاعری محض ایک لغو حرکت اور بالکل تضیع اوقات سمجھی جاتی ہے اور فی نفس الامر بھی یہی بات۔ جب کوئی سننے اور سمجھنے والا نہ ہو تو کلامِ موزوں ناموزوں ہے اور سخنِ خوب نامرغوب۔ عرضِ جوہر سے جوہر شناس خوش ہوتے ہیں۔ نظر نہ ہو تو لعل اور پتھر برابر ہے۔ آئینہ کی قدر یوسف طلعتوں کو ہوتی ہے صورت بری ہو تو آئینہ توے سے بدتر ہے۔ ہمارے عہد میں حکّام وقت کو اپنی حکیمانہ روش کی وجہ سے مطلق اس کا ذوق نہیں کہ کوئی صلے کی امید میں جان کھپائے ہم جنسوں کو افسردگیٔ خاطر سے ذرا بھی شوق نہیں، کہ کوئی جان کاہی کی داد پائے۔ زمانہ کا وہ ڈھنگ کہ عاشق اپنے دل اور معشوق اپنی زلف سے زیادہ پریشان ہیں۔ لیل ونہار کا یہ رنگ کہ امیر اپنے جنجال اور غریب

اپنے حال میں مبتلا اور حیران ہیں - کہاں کا شعرا ور کیسی شاعری - اس پر طرّہ یہ کہ ہم صفیر سب آشیانے خالی کر گئے - ہم نواؤں نے گلشنِ عدم کی راہ لی - جو کچھ کہنے سننے والے باقی رہ گئے ہیں، اُن پر ایسی اُداسی چھاگئی ہے، کہ زبان اور کان بند کئے کُنج عزلت میں خاموش ہیں - زمانہ اُن کے لئے وہ زمانہ کے لئے حرف از خاطر فراموش ہیں - بزمِ جہان ایسی سنسان ہے جیسے بارات رخصت ہونے کے بعد شادی کا گھر - یہ محفل ایسی خاموش اور اہلِ محفل ایسے بے ہوش ہیں جس طرح رات کی مجلسِ شراب بوقتِ سحر - مصنّف کا اس کس مپرس وکس مشنوفن کی طرف متوجہ رہنا اور اپنے کلام کی تدوین میں ہمّت صرف کرنی، محلِ حیرت ہے - اور پھر اس خوبی کے ساتھ کہ درحقیقت پریزادانِ معنی کے لئے آئینہ خانہ ہے، جدھر نگاہ کیجئے دل فریب جلوے پیشِ نظر ہوتے ہیں - فی الواقع مستانِ بادۂ سخن کے واسطے اس مے کدے میں حرف کی کشش اور دائرے سے وہ شیشہ اور پیمانہ ہے، کہ با خبر اس کی سیر سے میری طرح 'بے خبر' ہوتے ہیں - زیادہ کیا لکھوں حسنِ کلام اپنی خوبی کا آپ شاہد ہے کسی کی تعریف کی ضرورت نہیں - محبوب خوبرُد کا جمالِ سادہ ہی دل رُبا ہے مشاطہ کے سنوارنے کی حاجت نہیں - الٰہی یہ آئینہ ہمیشہ منظورِ نظر صاحب نظراں رہے جو اسے دیکھے صفائے سخن کا شیفتہ ہو کر آئینے کی طرح حیراں رہے

چشمِ بدِ حاسد سے یارب تو بچا اِس کو توسب کا نگہباں ہے سب کچھ تجھے قدرت ہے

خواجہ غلام غوث بے خبر کی اس تقریظ کے بعد ص ۳ سے دیوان غزلیات کا آغاز ہوتا ہے۔ مطلع سرِ دیوان ہے:

کر سجدہ قلم، دیکھ یہ موقع ہے کہاں کا لکھنی ہے صفت اس کی جو خالق ہے جہاں کا

ایک شعر میں اپنے استاد کی طرف اشارہ کیا ہے ص ۱۵۷

غزل گوئی نہیں جادو خیالی ہے یہاں حیرت مقرر اسمِ اعظم یاد ہو مردِ غزل خواں کو

یہ دیوان ۶ × ۹ ۱/۲ سائز کے ۲۸۴ صفحات کو محیط ہے۔ ص ۳ سے ص ۲۳۱ تک غزلیات۔ ص ۲۳۱ سے ص ۲۳۴ ترجیع بند" در شان حضرت امیر المومنین . . . علی بن ابی طالب بامید خاتمہ بخیر دیوان ہذا خود"

مشہورِ خلق آپ کی مشکل کُشائی ہے موقوف آپ پر مری حاجت روائی ہے

ص۲۳۵ قطعہ تاریخ طبع دیوان نوشتہ مصنف۔

"زہے ترانہ حیرت" خیال میں آیا
۱۲۹۶ھ

"قطعہ تاریخ عن مرزا حاتم علی صاحب منصف سابق متخلص بہ مہر، شاعر نامی و رئیس اعظم اکبر آباد"

صاف دیوانِ محمد جان خاں ہے جو بحرِ نظم کا صورت نما
مصرعِ تاریخ مہر ان کا کہو گردشِ آئینہ حیرت فزا

اسی میں حاتم علی مہر کے برادر زادہ مرزا عنایت علی ماہ، اور محمد زکریا خاں زکی خلف سید محمود خاں شاگرد مرزا اسد اللہ خاں غالب "برادر زادہ نواب اعظم الدولہ میر محمد خاں صاحب مغفور رئیس اعظم دہلی" کے تین قطعات تاریخ، نیز قطعہ تاریخ از مولوی امیر محمد صاحب ساکن رامپور اور "قطعہ تاریخ نواب عبد العزیز خاں صاحب متخلص بہ عزیز رئیس اعظم ضلع بانس بریلی شاعر نامی، بقیہ خاندان نواب حافظ رحمت خاں صاحب مغفور اور سید شاہ محمد علیم خلف مولوی سید شاہ محمد عباس صاحب ناظم سابق ریاست بھوپال و شاگرد میر اعظم علی اعظم تلمیذ خواجہ حیدر علی آتش ساکن الہ آباد محلہ یحییٰ پور دائرہ حضرت شاہ رفیع الزماں صاحب مغفور" کے تصنیف کردہ قطعات تاریخ بھی شامل ہیں۔ پھر ص۲۳۸ سے منشی محمد علی الفت الہ آبادی کا نوشتہ ۱۲ سطور کا قطعہ تاریخ اور تقریظ شروع ہوتی ہے۔

میر مرتضیٰ رشید، خواجہ عزیز الدین، الطاف حسین حذر ساکن شہر فتح پور ہسوہ شاگرد میر حسین لاغر لکھنوی تلمیذ منشی مظفر علی اسیر کے قطعات تاریخ اور پھر ص۲۴۴ سے خود مصنف کے لکھے ہوئے قطعات ہیں۔ پہلا قطعہ (ص۲۴۴) "تاریخ تولد فرزند ارجمند کنور پربھو نرائن سنگھ بہادر ولد مہاراجہ ایسری نرائن سنگھ بہادر بنارس دام اقبالہما" ہے اور دوسرا (ص۲۴۵) بھی اسی مضمون کا ہے۔

اس دیوان کے مطالعے سے دو باتیں بہت اہم معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی آتش کے شاگرد اور خود محمد جان حیرت کے استاد میر اعظم علی اعظم کا سالِ وفات۔ اعظم، آتش کے شاگرد رشید تھے اور ان کی اہمیت یہ ہے کہ اکبر الہ آبادی کے دادا استاد تھے۔ اکبر نے وحید الہ آبادی سے اصلاح لی تھی اور وحید، انھیں اعظم کے

ؔ "وحید الہ آبادی" پر ملاحظہ ہو میرا مضمون مطبوعۂ آج کل دہلی مارچ ۱۹۵۷ء

شاگرد تھے۔ محمد جان حیرت نے اعظم کا سال وفات اس قطعہ میں نظم کیا ہے:

کس طرح سے جائے دل سے یہ غم ہر پر ... استادی، شفیقی، مکرّم ہے ہے
رحلت کے سبب سے آپ کے اب ... ذی الحج بھی ہوا محرّم ہے ہے
اس قطعہ کے ہر بیت میں کہ بیت عزا ... ہر مصرع ہو شکل نخلِ ماتم ہے ہے
تاریخِ وفات کی ضرورت سُن کر ... ہیں فکر میں شاعرانِ عالم ہے ہے
ہاطف (کذا) نے جو پوچھا سالِ رحلت اُن کا ... حیرت نے کہا کہ "میرِ اعظم ہے ہے" (ص ۴۶-۲۴۵)

"میر اعظم ہے ہے" سے ۱۲۹۱ھ مستفاد ہوتے ہیں، اس سے علم ہوا کہ اعظم کی وفات ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ میں ہوئی تھی۔

دوسرا قطعۂ تاریخ مولوی غلام امام شہید کی وفات پر نظم ہوا ہے۔[1] شہید کا وطن اصلی امیٹھی ضلع لکھنؤ تھا گویا مظفر علی اسیر کے ہم وطن تھے۔ فنِ شعر میں مصحفی امروہوی سے اصلاح لی تھی، قتیل سے بھی چندے مشورہ رہا۔ قاضی محمد صادق اختر، آغا سید محمد اصفہانی اور میرزا ناطق مکرانی وغیرہ ان کے ہم طرح اور ہم عصر تھے۔ ان کا انتقال شوال ۱۲۹۶ھ (اکتوبر ۱۸۷۹ء) میں ۸۰ سال کی عمر میں ہوا۔ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بے حد عشق تھا۔ میلاد شریف خوب پڑھتے تھے۔ اُن کے لکھے ہوئے میلاد آج بھی ہندوستان میں گھر گھر پڑھے جاتے ہیں۔ فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں خوب کہتے تھے۔ اندازِ کلام ملاحظہ ہو۔

قدِ رعنا کی ادا، جامۂ زیبا کی پھبن ... سرمگیں آنکھ غضب، ناز بھری وہ چتون
وہ عمامے کی سجاوٹ، وہ جبینِ روشن ... اور وہ مکھڑے کی تجلّی وہ بیاضِ گردن
وہ عبائے عربی اور وہ نیچا دامن ... دلربایانہ وہ رفتار وہ بے ساختہ پن

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: خمخانۂ جاوید ج ۵/ ۱۱۲۔ نگارستانِ سخن/ ۲۴۴۔ تذکرہ محبوب الزمن/ جلد اول صفحہ ۵۷۰۔ تذکرہ روزِ روشن۔ علمائے حق اور ان کی مظلومیت کی داستانیں از انتظام اللہ شہابی ۲۸/ داستانِ تاریخِ اردو از حامد حسن قادری۔ ایک نادر روزنامچہ (مولوی مظہر علی سندیلوی کی ڈائری مرتبہ ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی۔ وغیرہ وغیرہ۔

مردہ بھی دیکھے تو کر چاک گریبانِ کفن　　　　اٹھ چلے قبر سے بے تاب زباں پر یہ سخن

مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی

دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

مفتی انتظام اللہ شہابی نے شہید کا سال وفات ۱۲۹۳ھ لکھا ہے لیکن محمد جان خاں حیرت کے قطعہ تاریخ سے ۱۲۹۶ھ کی تصدیق ہوتی ہے وھو ہذا۔

"تاریخ وفات حضرت مولوی غلام امام شہید شاعر نامی الہ آباد"

حضرتِ مولوی غلام امام　　　　کہ جو دنیا کو جانتے تھے فضول

پنجشنبہ کے روز دنیا سے　　　　کر گئے کوچ بندۂ مقبول

اُن کے لوحِ مزار کو ہر ایک　　　　ڈھونڈھتا تھا کہ ہم چڑھائیں پھول

کالے ڈانڈے کی کھُل گئی تقدیر　　　　واں ہوا آفتابِ دیں کا نزول

فکرِ تاریخ سال میں اس کی　　　　دلِ حیرت جو ہو رہا تھا ملول

کہا ہاتف نے از سرِ امداد

دفن ہے یاں شہیدِ عشقِ رسول

۱+۱۲۹۵=۱۲۹۶ھ

اس سے ہماری معلومات میں اتنا اضافہ ہوا کہ شہید کا انتقال پنجشنبہ کے روز ہوا تھا اور ان کا مزار الہ آباد میں "کالے ڈانڈے" میں ہے۔

محمد جان خاں حیرت کا کلام معمولی درجے کا ہے اس لئے انتخاب یہاں نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔